QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

معاشرے کے نوجوانوں کو درپیش اخلاقی مسائل کا حل اور کردار سازی کے اصول
(سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

SOLUTIONS TO THE MORAL ISSUES FACED BY YOUTH IN SOCIETY AND THE PRINCIPLES OF CHARACTER BUILDING (AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF THE BIOGRAPHY OF THE PROPHET (PEACE BE UPON HIM)

Umer Farooq
MPhil scholar, Chaudry Abdul Khaliq Center for Contemporary Islamic Sciences (CAKCCIS), Superior university, Lahore
Email: farooq@superior.edu.pk
Muhammad Farooq Siddique
Lecture & Manager, Chaudry Abdul Khaliq Center for Contemporary Islamic Sciences (CAKCCIS) Superior University Lahore
Email: farooq@superior.edu.pk

Abstract
Society is the name of a collection of people, where people of different races, religions, and nations live together. The progress and decline of any society depend on the education, civilization and moral values of the people living in it. As long as moral values are respected in society, the society continues to progress. Peace, security and mutual love and affection remain in society but after the decline of moral values, deterioration occurs in society. Bribery, usury, corruption, oppression and injustice begin to flourish in society and society becomes polluted with jealousy, hatred, lies, backbiting and gossip. The monster of selfishness and self-interest begins to rage in every person. If we take a quick look at the society in the present era, we will know which sin is common in our society. Everyone is thirsty for the blood of others. Even a real brother cannot see the progress of another brother and considers his success a source of shame and disgrace for himself and is seen using all kinds of evil tricks to harm him. Our neighbors live next to us and suffer countless hardships due to poverty and destitution, but as neighbors, we feel dishonored even in seeking their well-being and helping them, and if we ever have to give them something, we undermine their self-respect. By helping them, we show them that moral values are being destroyed. It is now necessary that in order to protect and promote moral values, as Muslims, we need to pay attention to those principles due to which peace and values have developed in the world. The collection of those principles is the Quran and the complete life of the Holy Prophet which is a practical interpretation of the Quran. In this article, the solution to the decline in moral values found among the youth has been presented in the light of the Quran and especially the biography of the Prophet.
Key words: *Moral Issues, Youth, Character Building, Biography of the Prophet, Analytical study*

معاشرے سے اعلیٰ اخلاقی قدریں زوال پذیر ہوتی جارہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارا معاشرہ اور ہماری قوم عروج وارتقاء کے منازل سے انحطاط و پستی کی طرف تیزی سے گامزن ہے جس نے آج ہمیں تباہی وبربادی کے دہانے پر لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ دنیا میں عروج وترقی حاصل کرنے والی قوم ہمیشہ اچھے اخلاق کی مالک ہوتی ہے، جبکہ برے اخلاق کی حامل

قوم زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارباب علم و دانش کا مشاہدہ بھی یہی ہے کہ عصر حاضر میں وہی قومیں عروج و ترقی سے ہم آہنگ ہیں جو اخلاقی قدروں میں مثالی رویے کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اس زاویہ نظر سے ہمارا معاشرہ جو ترقی کے دوڑ میں سب سے پیچھے ہے وہ اخلاقی قدروں کی پابندی کے معاملے میں بھی بدترین انحطاط کا شکار ہے۔ لہٰذا ترقی کی دوڑ میں اپنے آپ کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ہمیں معاشرے میں اخلاقی روایات پر مضبوطی سے قائم رہنا ہو گا۔ اخلاقی قدروں کو پامال ہونے سے بچانا ہو گا، ان کی پاسداری کرنی ہو گی اور اس کے نقصان کا مناسب حل تلاش کرنا ہو گا۔ اس کا حل تلاش کرنے کے لیے ہمیں کسی دنیاوی مفکر و مدبر کے پاس جانے کی ہر گز ضرورت نہیں بلکہ کلامِ الٰہی قرآن مجید جو قیامت تک کے لیے ہمارا مشعل راہ ہے اور قدم قدم پر دنیا و آخرت کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے الحمدللہ اس مسئلہ میں بھی ہمارا بہترین قائد اور رہنما ثابت ہو گا۔ بس شرط یہ ہے کہ ہمیں قرآن کو کماحقہ پڑھ کر سمجھنا ہو گا وہ جس بھی راستے کا اشارہ کرے ہمیں مضبوط اور محتاط ہو کر اس پر عمل پیرا ہونا ہو گا۔ لہٰذا معاشرے میں اخلاقی قدروں کو اجاگر کرنے کے لیے ہمیں قرآن کو پڑھنا ہو گا اور جب ہم قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو قرآن ہمیں ایسی ذات کی بارگاہ میں رجوع کرنے کا حکم دیتا ہے جس کی ذات بابرکات سرچشمہ اخلاق و محبت ہے جو سراپا پیکرِ ہدایت ہیں وہ ہے اللہ کے محبوب ﷺ، تو ہمیں حضور ﷺ کے اخلاق و کردار کا بغور مطالعہ کرنا ہو گا، آپ کے اوصاف جمیلہ اور اخلاق حمیدہ کو اپنی زندگی میں داخل کرنا ہو گا حضور ﷺ کا اخلاق و کردار کس قدر بلند و بالا ہے. آیئے ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ،[1]

اور بیشک تمہاری خُو بُو (خُلق) بڑی شان کی ہے

ایک دوسرے مقام پر اللہ تبارک و تعالی حضور علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے،

فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ وَ لَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ"[2]

کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے یعنی آپ سے دور بھاگ جاتے،

اسی طرح معاشرے میں بھی اگر ہم باہم محبت و مودت کا سماں پیدا کرنا چاہتے ہوں تو سب سے پہلے ہمیں حضور ﷺ کی عادات مبارکہ کو عملی زیور سے آراستہ کرنا ہو گا، ترش مزاجی اور سختی کو اپنے اندر سے ختم کرنا ہو گا، اپنے آپ کو بااخلاق کرنا ہو گا، اور یہی در حقیقت اخلاقی اقدار ہیں جن کی ہمیں حفاظت کرنی ہے اور معاشرے کو ایک بڑے فساد سے بچانا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

بعثت لأتمم مكارم الأخلاق.[3]

یعنی مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

مکارم اخلاق کیا ہے؟ اخلاق کی بلندی کیا ہوتی ہے، جب ہم حضور ﷺ کی پوری حیات مبارکہ کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق کی بلندی یہ ہے کہ جو ہم سے کٹ جائیں، ہم ان کے ساتھ تعلق استوار کریں، جو قطع تعلق کریں ان سے صلہ رحمی کریں ہیں، جو ہمارے حقوق تلف کریں، ہم ان کے حقوق کی ادائیگی میں لگ جائیں، جو ہمارے ساتھ ظلم و زیادتی کرے ہم اس کے ساتھ عفو در گزر کا معاملہ کریں، اخلاق و کردار کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ مختصر ساخاکہ ہے جو معاشرے کو فسادات کے دلدل میں جانے سے روکنے میں بیحد معاون ہے، اور ایک دوسرے مقام پر حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

عن عبداللہ بن عمرو: قَالَ رَسولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ مِن أَخْيَرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ خُلُقًا. [4]

بے شک تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں عادت کے لحاظ سے بہتر ہو،

---

[1] القرآن:4:68

[2] القرآن:159:3

[3] محمد بن اسماعیل بخاری امام، الادب المفرد: رقم احدیث: 273

[4] محمد بن اسماعیل بخاری، امام، صحیح البخاری، ریاض:"پبلیشرز، دارالسلام، رقم الحدیث:6029

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

تو پتہ چلا کہ معاشرے کو اخلاقی قدروں کے زوال سے بچانے کے لیے ہمیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشادات و توجیہات پر مکمل طور پر عمل کرنا ہو گا اور بلا شبہہ آپ علیہ السلام کے فرمودات ہی معاشرے میں جراثیم کی مانند پھیلی برائیوں کی روک تھام اور اس کے سد باب کے لیے حل کے طور پر کافی ہیں۔

معاشرے میں نوجوانوں کی اہمیت

قوتوں، صلاحیتوں، حوصلوں، اُمنگوں، جفاکشی، بلند پروازی اور عزائم کا دوسرا نام نوجوانی ہے۔ کسی بھی قوم وملک کی کامیابی وناکامی، فتح و شکست، ترقی وتنزل اور عروج وزوال میں نوجوانوں کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ہر انقلاب چاہے وہ سیاسی ہو یا اقتصادی، معاشرتی سطح کا ہو یا ملکی سطح کا، سائنسی میدان ہو یا اطلاعاتی و نشریاتی میدان، غرض سبھی میدانوں میں نوجوانوں کا کردار نہایت ہی اہم اور کلیدی ہوتا ہے۔ ہر انقلاب کو برپا کرنے کے پیچھے نوجوانوں کا اہم حصہ کار فرما رہا ہے۔ ماضی میں بھی جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے ہر چھوٹی بڑی تبدیلی نوجوانوں ہی کے ذریعے آئی ہے۔ زمانہ حال میں بھی ہر چھوٹی بڑی تنظیم یا تحریک چاہے سیاسی ہو یا مذہبی، سماجی ہو یا عسکری، ان میں نوجوان ہی پیش پیش ہیں۔ مستقبل میں بھی ہر قوم وملک اور تنظیم انھی پر اپنی نگاہیں اور توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے۔ اب قرآن مجید کی طرف رجوع کریں گے کہ وہ نوجوانوں کی اہمیت اور کردار کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ قرآن مجید اصحاب کہف کے حوالے سے نوجوانوں کا کردار اس طرح سے بیان کرتا ہے۔ ہم ان کا اصل قصہ تمھیں سناتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی یہ وہ نوجوان تھے جنھوں نے وقت کے ظالم حکمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر رب العالمین پر ایمان لا کر حق پرستی کا اعلان کیا۔

اللہ تعالیٰ ان کے عزائم و حوصلے اور غیر متزلزل ایمان اور ان کے عالم گیر اعلان کے بارے میں اس طرح فرماتا ہے:

وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا [5]

"ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اٹھے اور انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا رب بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بے جا بات کریں گے"۔

ان چند نوجوانوں نے اپنے زمانے میں جو کردار ادا کیا وہ تمام نوجوانوں کے لیے نمونۂ عمل ہے۔ اسی طرح سے قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے والے چند نوجوانوں کا تذکرہ کیا۔ حضرت موسیٰؑ کو قوم نے ہر طرح سے جھٹلایا لیکن وہ چند نوجوان ہی تھے جنھوں نے کٹھن حالات میں حضرت موسیٰؑ کی نبوت پر ایمان کا اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ط وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ [6]

موسیٰؑ کو اسی قوم میں سے چند نوجوانوں کے سوا کسی نے نہ مانا، فرعون کے ڈر سے اور خود اپنی قوم کے سربراہ لوگوں کے ڈر سے کہ فرعون ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا"۔

مذکورہ بالا آیت میں ذریۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بہت ہی جامع اور معنی خیز ہے۔ سید مودودیؒ نے ذریۃ کی تشریح پُر مغز انداز میں اس طرح کی ہے "متن میں لفظ ذریۃ استعمال ہوا ہے جس کے معنی اولاد کے ہیں۔ ہم نے اس کا ترجمہ نوجوان سے کیا ہے۔ دراصل اس خاص لفظ کے استعمال سے جو بات قرآن مجید بیان کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اس پُر خطر زمانے میں حق کا ساتھ دینے اور علم بردارِ حق کو اپنا رہنما تسلیم کرنے کی جراءت چند لڑکوں اور لڑکیوں نے تو کی مگر ماؤں اور باپوں اور قوم کے سن رسیدہ لوگوں کو اس کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ان پر مصلحت پرستی اور دنیوی اغراض کی بندگی اور عافیت کچھ اس طرح چھائی رہی کہ وہ ایسے حق کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوئے جس کا راستہ ان کو خطرات سے پُر نظر آرہا تھا"۔[7]

[5] القرآن:12:18

[6] القرآن:83:10

[7] ابو الاعلی مودودی، مولانا، ترجمہ قرآن مع مختصر حواشی، ص ۵۶۵۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

احادیث رسولؐ میں بھی نوجوانوں کے کردار اور ان کے لیے رہنما اصول کثرت سے ملتے ہیں۔ نوجوانی کی عمر انسان کی زندگی کا قوی ترین دُور ہوتا ہے۔ اس عمر میں نوجوان جو چاہے کر سکتا ہے۔ انسان اس عمر کو اگر صحیح طور سے برتنے کی کوشش کرے تو ہر قسم کی کامیابی اس کے قدم چومے گی اور اگر اس عمر میں وہ کوتاہی اور لاپروائی برتے گا تو عمر بھر اس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ جوانی کی عمر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر فرد کے لیے ایک بڑی نعمت ہے۔ اسی لیے اس کے بارے میں قیامت کے دن خصوصی طور سے پوچھا جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا"

قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسال عن عمره فيما افناه، وعن علمه فيم فعل، وعن ماله من اين اكتسبه وفيم انفقه، وعن جسمه فيم ابلاه

یعنی قیامت کے دن انسان کے قدم اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ باتوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے۔ عمر کن کاموں میں گنوائی؟ جوانی کی توانائی کہاں صرف کی؟ مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ جو علم حاصل کیا اس پر کہاں تک عمل کیا؟[8](

اس حدیث مبارکہ میں چار سوال جوانی سے متعلق ہیں۔ ایک عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس میں جوانی کا دور بھی شامل ہے۔ مال کمانے کا تعلق بھی اسی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ حصول علم کا تعلق بھی اسی عمر سے ہے۔ نوجوانی کی عمر صلاحیتوں کو پیدا کرنے اور اس میں نکھار پیدا کرنے کی ہوتی ہے۔ اسی عمر میں نوجوان علوم کے مختلف منازل طے کرتا ہے۔ یہی وہ عمر ہے جس میں نوجوان علمی تشنگی کو اچھی طرح سے بجھا سکتا ہے۔ عمر کے اسی مرحلے میں نوجوان صحابہؓ نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ یہی وہ عمر ہے جس میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے قیادت کی ذمہ داری سنبھالی۔ یہی وہ عمر ہے جس میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے بارگاہِ نبوت سے سیف اللہ کا لقب حاصل کیا۔ دورِ شباب ہی میں حضرت علیؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، اور چار عباد اللہ جن میں ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور ابن عمرو ابن العاصؓ نے اللہ کے رسولؐ سے شانہ بشانہ عہد و پیمان باندھا۔ اسی عمر میں ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اور امام غزالی جیسے مجدد علوم کی گہرائیوں میں اترے، اسی دور شباب میں صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم نے اسلامی تاریخ کو اپنے کارناموں سے منور کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے صحافت کا میدان نوجوانی ہی میں اختیار کیا اور سید مودودی نے ۲۳ سال کی عمر میں ہی الجہاد فی الاسلام جیسی معرکہ آرا کتاب لکھ کر تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جن کا اس وقت نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلمان بھی شکار تھے۔ اللہ کے رسولؐ نے اسی عمر کو غنیمت سمجھنے کی تلقین کی ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے معرکے اور کارنامے اسی عمر میں انجام دیے جاسکتے ہیں۔

نوجوانوں کو درپیش مسائل اور ان کا حل

ذیل میں ہم ان چند اہم مسائل کا تذکرہ کریں گے جن کا سامنا ہر مسلم نوجوان کر رہا ہے۔

مقصد زندگی واضح نہیں:

عصرِ جدید میں جب نوجوانوں سے پوچھا جاتا ہے کہ زندگی کا مقصد کیا ہے تو ان کا بھی جواب واضح نہیں ہوتا۔ بلکہ عیش کرو، کھاؤ پیو جیسے فرسودہ اور پُر فریب نعروں پر نہ صرف یقین کرتے ہیں بلکہ ان پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں۔ اسلام کا مقصد زندگی کے حوالے سے واضح موقف ہے۔ زندگی کی غرض وغایت کے متعلق قرآن وحدیث میں جگہ جگہ تذکرہ ملتا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ انسان کو یہ ہدایت دی گئی کہ

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط[9]

(میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

تو دوسری جگہ فرمایا میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

[8] محمد بن عیسی ترمذی، سنن ترمذی، باب صفۃ القیامۃ، ریاض: دارالسلام، رقم الحدیث: 2417

[9] القرآن: 2:30

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[10]

کہہ کر اللہ تعالیٰ نے واشگاف الفاظ میں زندگی کا مقصد و مدعا بیان کیا ہے۔ ایک جگہ اگر حُسنِ عمل کو مقصد زندگی قرار دیا ہے

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا[11] ط

جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

تو دوسری جگہ مقصد اور کامیاب زندگی کو تزکیۂ نفس پر موقوف ٹھیرایا گیا ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ [12]

فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار

زندگی کی غرض غایت کے متعلق احادیث سے بھی خوب رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے:

قَالَ: " إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ

"دنیا بہت مٹھاس والی اور سرسبز و شاداب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمھیں خلافت کا منصب عطا کیا ہے تا کہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"[13]

فکری انحراف:

فکری انحراف یہ ہے کہ سماج کا نوجوان طبقہ سوچ و فکر کے اعتبار سے متزلزل ہو جائے کہ اس کے سامنے اپنی منزل کا تعین نہ ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کا ایمان و عقیدہ کمزور ہو وجود باری تعالیٰ اور ثوابت اسلامیہ سے متعلق شکوک و شبہات کا شکار ہوں اور اس کے ساتھ وہ روز محشر پر ایمان و یقین رکھنے سے احتراز کرنے کے ساتھ اسلام کو صرف اعتقادی اور عبادتی مذہب و دین سمجھ کر اس کو عملی زندگی میں نافذ العمل کرنے کی مخالفت کرتے ہوں۔ اس کی عملی مثالیں ہمارے سماج میں جابجا موجود ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم سماج کے بہت سے نوجوان ان بیماریوں میں لت بتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں سہ باقی ادیان و مذاہب کی طرح اسلام بھی معاشرہ کی علمی و فنی میدان میں مدد کرنے سے عاجز ہے جبھی تو دینی اور دنیاوی اصطلاح کے ذریعہ سے مسلمانوں میں دوریاں قائم کر دی گئی ہیں۔ عصری و ماڈرن تعلیمی اداروں کے فضلا و طلبہ کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر دین متین کے بارے میں غلطی پر ہیں۔ ان کی اس بے راہ روی میں ان تعلیمی اداروں کا بنیادی کردار ہے جو طلبہ کو مادہ پرستی اور ذاتی منفعت کا شب و روز درس دیتی نظر آتی ہیں[14]۔
الہامی دین سے دوری اور اس فکری انحراف سے متعلق علامہ اسد لکھتے ہیں کہ "الہامی دین کے خلاف بغیر ثبوت کے فراہم کئے مغربی تصور حیات میں سماجی رسم کے طور پر مذہب کی ضرورت اور بعض مرتبہ شدت گوارو کرنے کے باوجود دینی اخلاقیات کو عملی دنیا سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ یہ تہذیب خدا کے وجود سے انکار نہیں کرتی مگر اپنے عقلی نظام میں اس کے لئے کوئی جگہ بھی نہیں پاتی۔ زندگی کو مجموعی معانی دینے میں عقل کو جو مشکلات پیش آتی ہیں مغربی تہذیب نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ اب مغرب کے شہری انہی نظریات کو اہمیت دیتا ہے جو تجرباتی سائنس کی دسترس میں ہیں اور جو سماجی تعلقات پر محسوس طریقے سے اثر انداز ہوں۔ چونکہ خدا کا تصور ان دونوں میں کسی سے بھی ظاہرا متعلق نہیں اس لئے خدا کو عملی معاملات سے باہر رکھنے پر ذہنی اتفاق ہے۔[15] مغرب کے جوانوں کی مذہبی بیزاری سے متعلق ندوی صاحب بھی یہی لکھتے ہیں کہ یورپ مذہب

---

[10] القرآن:56:51

[11] القرآن:2:67

[12] القرآن:12:87

[13] مسلم بن حجاج القشیری، امام، صحیح مسلم، کتاب الرقاق، رایض: دارالسلام، رقم الحدیث:6948

[14] پروفیسر عتیق الرحمن، نوجوانوں کو درپیش مسائل، پاکستان: شعبہ تصنیف و تالیف، ص24

[15] علامہ اسد، اسلام دوراہے پر، مترجم: احسان الرحمن، اسلام آباد: دعوہ اکیڈمی، ص،26

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

بے زار ہو چکا ہے وہ یہاں تک کہتا ہے کہ مذہب ایک پرائیویٹ معاملہ ہے جو ہر قسم کے آزاد نظام تعلیم، آزاد تعلیم گاہوں اور مکمل وہمہ گیر تہذیب وتمدن کا مخالف ہے اگر بر صغیر کے لوگوں نے مغرب کے اس تصور کو ماننے کی کوشش کی تو اس کی آئندہ کی صورتحال آج کے مغرب سے مختلف نہ ہو گی۔[16]

فراغت کی کثرت:

فراغت یا بیکاری دل ودماغ اور انسانی صلاحیتوں کے لئے موذی مرض ہے انسانی طبعیت کا تقاضہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی کام اور مقصد میں مصروف رہے اور اگر اسے یونہی بیکار چھوڑ دیا جائے تو فکر پراگندہ، ذہن زنگ آلود اور ہمت پست ہو جاتی ہے دل میں طرح طرح کے اندیشے اور فرسودہ خیالات گھر کر لیتے ہیں کبھی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اس بیکاری سے اکتا کر وہ کچھ برے کاموں پر آمادہ ہو جائے اس مسئلہ کا علاج یہ ہے کہ یہ نوجوان کوئی مناسب مصروفیت تلاش کرے مثلاً مطالعہ، تجارت یا لکھنا لکھانا وغیرہ جو کہ اسکو بریکاری سے نجات دے اور اس معاشرے کا ایک متحرک اور مفید فرد بنائے[17]

وحی الٰہی سے دُوری اور نوجوان:

اس وقت امت کے نوجوانوں میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ الٰہی تعلیمات سے نابلد اور دوری اختیار کیے ہوئے ہیں۔ نوجوان طبقہ عموماً قرآن مجید کو ایک رسمی اور مذہبی کتاب سمجھتا ہے۔ اس کتاب کے متعلق ان کا تصور یہ ہے کہ اس کے ساتھ اگر تعلق قائم بھی کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ تلاوت ہی تک محدود رہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب زمانہ حال کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی اہلیت اور صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کتاب انقلاب ہے۔ یہ عصر حاضر کے چیلنجوں کا نہ صرف مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے بلکہ تمام مسائل کا حل بھی فراہم کرتی ہے۔ قرآن جہاں انسان کو آفاق کی سیر کراتا ہے وہیں یہ ہمیں انفس کی ماہیئت وحقیقت سے بھی روشناس کراتا ہے۔ جہاں عبادت کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے وہیں سیاسی معاملات کے لیے بھی رہنما اصول بیان کرتا ہے۔ جہاں اخلاقی تعلیمات کے بارے میں ہدایات دیتا ہے وہیں یہ اقتصادی نظام کے لیے بھی ٹھوس بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ یہ جہاں حلال وحرام کے درمیان تمیز سکھاتا ہے وہیں یہ حق وباطل کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کرتا ہے۔ نوجوان اس کتاب انقلاب کے بغیر حقیقی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اسی کتاب کو کامیابی اور نجات کا واحد ذریعہ سمجھنا چاہیے۔

جدید ذہنیت اور عقیدہ آخرت کی کمزور ترجمانی:

جن نوجوانوں کی تعلیم وتربیت ایمان وایقان کے ماحول سے دور ہوئی ہے تو ان کا عقیدہ آخرت کمزور ہوتا ہے یعنی ان کو اپنی حیات دنیوی میں یہ فکر لاحق ہی نہیں ہوتی کہ ایک روز محشر بھی ہے جس میں حساب وکتاب کا معاملہ کیا جائے گا اور جو کچھ انسان نے خیر وشر میں سے اختیار کیا ہو گا اس کو اس کی جزا وسزا اس دن ضرور دی جائے گی۔ جبکہ جو طبقہ قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کرتا ہے وہ زندگی کے ہر پل اس امر پر غور وخوض کرتا رہتا ہے کہ کل کیا یوم حساب میں وہ اللہ اور اس کے حبیب کے حضور کسی حالت میں پیش کیا جائے گا اور اسے اس کا اعمال نامہ کس انداز سے منتقل ہو گا۔[18]

کیریئر ازم اور نوجوان:

عصرِ حاضر میں تعلیم کا مقصد صرف اور صرف پیشہ ہر نوجوان انھی تین چیزوں کے پیچھے بھاگتا ہے۔ آج سائنس ٹکنالوجی اور دوسری طرف علمی انفجار کا دور مسابقت اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دھن نے ایسا ماحول قائم کر رکھا ہے کہ ہر نوجوان دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف دیکھنے کی زحمت تک گوارا نہیں کرتا اور ہر ایک کیریئر کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے دن رات ایک کر دیتا ہے۔ عصر حاضر میں جس طرف نظر ڈالی جائے وہیں پر ہر فرد، ہر جماعت، ہر قوم پر مادیت کی سوچ وفکر کا غلبہ نظر آتا ہے۔ سید ابو الحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ "فکر بڑی نعمت بھی ہے اور بڑا عذاب بھی۔ ہر وقت گھر کی فکر، زیادہ کمائی کی فکر، دولتمند بننے کی فکر، زیادہ ترقی کرنے کی فکر، تو یہ تمام فکریں خدا کا عذاب

---

[16] ابو الحسن ندوی، عصر جدید کا چیلنج اور اس کا حل، کراچی: مجلس نشریات اسلامی، ص32

[17] محمد بن صالح العثیمین، نوجوانوں کی الجھنیں، ترجم: ابو سعد المدنی، لاہور: دار التقوی، ص23

[18] سید ابو الحسن علی ندویؒ، معرکہ ایمان ومادیت، لکھنو: مجلس تحقیات ونشریات، ص106،

ہیں۔[19] وہ سماج میں رہنے والے دوسرے افراد سے ہی کیا وہ تو اپنے بغل میں رہنے والے ہمسایے سے بھی بے گانہ ہے کیونکہ وہ اس خود ساختہ اصول پر عمل کرتا ہے کہ مجھے اپنے علاوہ کسی اور سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ وہ اپنے علاوہ کسی اور کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ چاند پر کمندیں ڈالنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتا ہے لیکن اپنے مقصد وجود سے ناآشنا ہے۔ وہ قابل ذکر اسناد کا حامل تو ہوتا ہے لیکن اس کے اندر دوسروں کے لیے حمایت اور ہمدری کا جذبہ نہیں ہوتا۔ اس کے پاس وافر مقدار میں معلومات ہوتی ہیں لیکن علم حق سے محروم رہ کر زندگی اس گدھے کی طرح گزارتا ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا جائے لیکن بیچارے گدھے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی پیٹھ پر کس قسم کا بوجھ لاد دیا گیا ہے۔ اسلام کیریئر اور مستقبل کو خوب سے خوب تر بنانے اور نکھارنے سے منع نہیں کرتا ہے۔ اسلام تو قاعدے اور سلیقے کے ساتھ منظم اور اچھے طریقے سے کیریئر بنانے پر زور دیتا ہے۔ البتہ اسلام جس چیز سے منع کرتا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے لوگوں سے منہ پھیر کر زندگی گزارے۔ اندھی کیریئر پرستی ایک نوجوان کو سماج سے الگ تھلگ کر دیتی ہے۔ اس سے قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ منع کیا ہے۔ اللہ تعالی نے اس حوالے سے حضرت لقمان کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ"[20]

اور تم لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو"۔

صعر اصل میں ایک بیماری کا نام ہے جو عرب میں اُونٹوں کی گردنوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ بیماری جب اونٹ کو لگ جاتی ہے تو وہ اپنی گردن کو دائیں بائیں گھما نہیں سکتا۔ بالکل اسی طرح کیریئر پرستی کے شکار نوجوانوں کا رویہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کیریئر پرستی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

گندے لوگوں سے میل جول:

گندے اور بگڑے ہوئے لوگوں کی رفاقت نوجوان کی عقل و فکر اور کردار پر بہت زیادہ اثرانداز ہوتی ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان اپنے دوست کے طور طریقوں کو اپناتا ہے اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ جسے دوست بنائے پہلے اسے اچھی طرح پرکھ لئے،

وكير الحداد يحرق بدنك او ثوبك، او تجد منه ريحا خبيثة[21]

برے ساتھی کی مثال بھٹی جھونکنے والے کی سی ہے وہ تمہارے کپڑے جلادے یا کم از کم تمہیں اس کے پاس سے بدبو آئے گی؟

اس مسئلہ کا علاج یہ ہے کہ نوجوان اچھے اور سمجھدار لوگوں کی صحبت اختیار کرے تاکہ وہ ان سے اچھی اور دانائی کی باتیں سیکھے اس لئے کسی سے میل ملاپ بڑھانے سے پہلے اس کے کردار اور شہرت کے بارے میں اچھی طرح چھان بین کر لے اگر وہ دیندار ہو نیز اعلیٰ اخلاق اور اچھی شہرت رکھنے والا ہو تو یہی تو وہ شخص ہے جس کی اسے ضرورت ہے اب اس کے ساتھ ساتھ رہے اور اگر وہ ان خوبیوں کا حامل نہ ہو تو اس سے ہوشیار اور دور رہنا چاہئے اور اس کی چکنی چپڑی باتوں اور خوش نمار کھ رکھاؤ کے جال میں نہیں آنا چاہیئے؟ کیونکہ برے لوگ اسی طرح سیدھے سادھے لوگوں کو دھوکہ دیکر پھنسایا کرتے ہیں تاکہ ان کی تعداد بڑھتی رہے اور ان کی حرکتوں پر پردہ پڑا رہے۔ یاد رہے دوستی سے پہلے آزمائش شرط ہے۔[22]

اخلاق باختگی اور نوجوان:

آج فحاشی و عریانیت، ننگا ناچ اور حیاسوز ذرائع ابلاغ ہر گھر اور خاندان کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ بے شمار رسائل و جرائد اور اخبارات بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں۔ انٹرنیٹ پر اَن گنت حیاسوز ویب سائٹس موجود ہیں جن تک ہر نوجوان کی رسائی با آسانی ہو جاتی ہے۔ گھر سے لے کر کالج تک اور کالج سے لے کر بازار تک بے حیائی پر مبنی ماحول کا

[19] سید ابوالحسن علی ندویؒ، ملت کے نوجوان اور ان کی ذمہ داریاں، کراچی: مجلس نشریات اسلامی، ص19

[20] القرآن:18:31

[21] محمد بن اسماعیل بخاری، امام، الصحیح البخاری، کتاب البیوع، رقم الحدیث:2101

[22] محمد بن صالح العثیمین، نوجوانوں کی الجھنیں، ص26

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

سامنا ہے۔ ایسا معاشرہ اور فضا نوجوان کی جنسی خواہشات کو برانگیختہ کر دیتی ہیں۔ بے حیائی اخلاق باختگی ایک ایسی وبا ہے جو بڑی تیزی کے ساتھ اپنے اثرات دکھا رہی ہے جس کی بدولت آج نوجوانوں میں خوف تناؤ، ذہنی اور نفسیاتی پریشانیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں۔ برائیوں، پریشانیوں بے حیائی اور فحاشی اور رذائل اخلاق دیمک کی طرح نوجوانوں کو کھائے جا رہے ہیں۔ اطمینانِ قلب، تطہیر ذہن، حیاپسندی، پاک دامنی اور حُسن اخلاق سے نوجوانوں کو متصف کرنا وقت کا ایک تجدیدی کام ہو گا۔ بقول مولانا ابوالحسن علی ندویؒ وقت کا تجدیدی کام یہ ہے کہ امت کے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کی اساسیات اور اس کے نظام و حقائق اور رسالت محمدیؐ کا وہ اعتماد واپس لایا جائے جس کا رشتہ اس طبقے کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے۔ آج کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ اس فکری اضطراب اور اِن نفسیاتی اُلجھنوں کا علاج بہم پہنچایا جائے جس میں آج کا تعلیم یافتہ نوجوان بُری طرح گرفتار ہے اور اس کی عقلیت اور علمی ذہن کو اسلام پر پوری طرح مطمئن کر دیا جائے۔[23]

اسلام نہ صرف اخلاقی برائیوں کو قابو میں کرنا چاہتا ہے بلکہ ان کا قلع قمع بھی کرتا ہے جن میں نوجوان طبقہ مبتلا ہے۔ اسلام نے برائیوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کی ہے۔ اب اگر برائیوں کو جاننے اور اس کے انجام بد سے باخبر ہونے کے باوجود اجتناب نہیں کریں گے تو اللہ کے رسولؐ کا یہ مبارک ارشاد ذہنوں میں مستحضر رکھنا چاہیے کہ

قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إن مما ادرك الناس من كلام النبوة الاولى , إذا لم تستحي فاصنع ما شئت

"لوگوں نے اگلی نبوت کی باتوں میں جو کچھ پایا اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تم کو شرم نہ رہے تو جو چاہے کرو"۔[24]

زمانہ قدیم کی طرح عصر حاضر کے معاشرے میں انسانوں کا باہمی تعلق مطلب پرستی اور مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے قائم ہے۔ موجودہ دنیا کے انسان میں خدا پرستی پر نفس پرستی غالب آچکی ہے، آج کا انسان مادیت کا غلام بن چکا ہے، اس میں انسانیت کا احساس مٹ چکا ہے، ہر فرد جنسی خواہشات اور مادی ضروریات کی رو میں بہا جا رہا ہے کسی بھی وقت وہ ذرا ٹھہر کر یہ سوچنے پر تیار نہیں کہ اللہ نے اس کو معدہ و پیٹ کے ساتھ دماغ، دل اور روح بھی عطا کی ہے اور اس کی بالیدگی کے لیے لازم ہے کہ انسان اپنے اخلاقی اوصاف کو درست کرے اپنے دل میں پوری انسانیت کا درد پیدا کرے کیوں کہ انسانوں کی سوچ و فکر اور ان کے عمل کا اثر پوری کائنات کے اخلاق اور معاملات پر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی علی ایم کو معلم اخلاق بنا کر بھیجا تھا۔ قرآن میں ارشاد ہے

" وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ "[25]

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں

اور آپ کا اپنا فرمان ہے کہ

" انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق "[26]

میں اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں

جب کہ یہ مسلمہ امر ہے کہ دین متین صرف درست عقیدہ کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں درست عقیدہ اور عبادات کی ادائیگی کے ساتھ ہی اچھے معاملات و حسن اخلاق کا درس بھی موجود ہے گویا کہ یوں کہا جائے تو صحیح ہو گا کہ اسلام حقوق اللہ و حقوق العباد کے مجموعہ کا نام ہے۔ ان نہیں سے کسی ایک امر میں کوتاہی و غفلت عند اللہ باعث گرفت ہے۔ عصری جامعات میں جہاں اور اساسی اصولوں کی تعلیم میں کوتاہی برتی جاتی ہے وہیں پر اخلاقیات کا درس دینے میں بھی غفلت کا معاملہ روا رکھا جاتا ہے۔ ان جامعات میں طلبہ کو عملی زندگی کے مراحل میں عوام کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اس کے نتیجہ میں

[23] مولانا ابوالحسن علی ندوی، نیا طوفان اور اس کا مقابلہ، لکھنو: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ص ۲۶

[24] محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ /کتاب الزھد / ریاض: دار السلام، رقم الحدیث: 4183

[25] القرآن: 4:61

[26] محمد بن اسماعیل بخاری امام، الادب المفرد: رقم احدیث: 273

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

طلبہ اساتذہ، والدین، اپنے سے بڑوں کے ساتھ بات کرنے اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کے امر کو ترک کر دیتے ہیں۔ اسی سبب سے طلبہ و نوجوان اپنی عملی زندگیوں میں اس اہم امر (اخلاقیات) سے روگردانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس کے باعث کمان کا سمان بداخلاقیوں کا منبع و مرکز بن جاتا ہے۔

اعتدال و توازن کا فقدان:

اعتدال و توازن ہر کام میں مطلوب ہے۔ جس کام میں اس کا فقدان ہو وہ صحیح ڈگر پر زیادہ دیر اور دُور تک نہیں چل سکتا۔ جب اور جہاں بھی اعتدال اور توازن ہاتھ سے چھوٹ جائے تو وہیں انتہا پسندی اور غلو، شدت پسندی اور تخریب کاری کا عمل شروع ہونا لازمی ہے۔ اعتدال پسندی و توازن کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت، سونے جاگنے، محنت ومشقت، مال کمانے، سیر و تفریح، حتیٰ کہ عبادات میں بھی مطلوب ہے۔ اسلام اعتدال و توازن کا دین ہے۔ یہ جہاں شدت پسندی سے روکتا ہے وہیں غلو کرنے سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن جگہ جگہ اعتدال کی راہ اختیار کرنے کے رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ اُمت مسلمہ کے حوالے سے قرآن کا موقف یہ ہے کہ یہ امت وسط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا[27]۔

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اُمت کے ہر فرد کو اعتدال و توازن پر قائم رہنے کی تاکید کی بلکہ پیغمبر اعظمؐ کو بھی اعتدال کی روش اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قُلۡ اَمَرَ رَبِّیۡ بِالۡقِسۡطِ [28]

"اے محمدؐ! کہہ دیجیے کہ میرے رب نے اعتدال کی راہِ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے"۔

شدت پسندی، غلو اور افراط و تفریط سے اجتناب کر کے نوجوانوں کو اعتدال کی روش کو اپنانا چاہیے۔

تعلیم و تربیت کا فقدان

ایک اور مسئلہ جس کی وجہ سے نوجوان مختلف اخلاقی مسائل اور مشکلات میں گھرا ہوا ہے وہ ماں باپ کی ناقص تعلیم و تربیت ہے۔ جو نوجوان بھی ماں باپ کی تعلیم و تربیت سے محروم رہ جائے گا لازمی طور سے مسائل اور اُلجھنوں کا شکار ہو گا۔ ایک نوجوان کی اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی تعلیم و تربیت سے محروم رہے۔ اس کے ماں باپ تعلیم و تربیت اور اس کو صحیح رہنمائی کرنے میں کوتاہی یا بے اعتنائی برتیں۔ اسلام نے بچوں کی پرورش اور پرداخت کے ساتھ ساتھ ماں باپ پر یہ بھی ذمہ داری عائد کی ہے کہ ان کو تعلیم و تربیت اور اسلام کی اساسی تعلیمات سے روشناس کرا کے صحت مند معاشرے کے لیے بہترین اور کار آمد افراد تیار کریں۔ جہاں ماں باپ کو اس بات کے لیے مکلف ٹھیرایا ہے کہ سات سال سے ہی بچوں کو نماز کی تلقین کریں وہیں ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا مناسب وقت پر نکاح کا اہتمام کریں کیونکہ یہ ان کے بچوں کی عزت و عصمت اور پاک دامنی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

ناقص نظام تعلیم

رائج نظام تعلیم برطانوی مفکر لارڈ میکاولے کے افکار و نظریات پر مبنی ہے۔ عصر حاضر میں تنگ نظری، مقامیت، مادیت، اخلاقی بے راہ روی اور عورت کا استحصال، نوجوانوں میں بڑھتے ہوئے جرائم، نیز خودکشی کے گراف میں اضافہ، یہ سب ناقص نظام تعلیم کی دین ہے۔ نظام تعلیم میں ان خرابیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے اس کو صحیح رُخ دینے کی اشد ضرورت ہے تاکہ یہ فرد اور سماج دونوں کی اصل ضروریات کو پورا کر سکے۔ ہر قوم و ملت کی تعمیر و ترقی بامعنی اور اقدار پر مبنی نظام تعلیم پر منحصر ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ قوم یا ملت کا بہتر مستقبل نظام تعلیم پر ہی منحصر ہے تو بے جانہ ہو گا۔ ایک مشہور ماہر تعلیم سے پوچھا گیا آپ ملت کے مستقبل کے حوالے سے کیا کہنا چاہیں گے۔ تو ان کا جواب تھا۔ رائج

---

[27] القرآن:2:123

[28] القرآن:7:29

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

نظام تعلیم کے بر عکس اسلام کا نظام تعلیم الٰہی ہدایات پر مبنی ہے جو کسی بھی کمی یا نقص سے پاک ہے۔ اس میں فرد کی تعمیر و تطہیر کے لیے جامع ہدایات موجود ہیں۔ یہ فرد کی شخصیت کو منور کرتا ہے۔ اس نظام تعلیم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ زندگی کے بنیادی اور اہم سوالات کے جوابات فراہم کرتا ہے، مثلاً میں کون ہوں؟ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مجھے پیدا کرنے والا کون ہے؟ اس نے مجھے دنیا میں کیوں بھیجا؟ اور وہ کیا کام لینا چاہتا ہے؟۔ خالق اور مخلوق کے درمیان اور پھر مخلوق اور مخلوق کے مابین کیا تعلقات ہیں؟

معاشرتی اصلاح اور کردار سازی کے اصول سیرت النبی کی روشنی میں:

انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ اپنی امتوں میں باری تعالی کے احکامات کی عملی تصویر بن جائیں۔ اللہ تعالی وحی کے ذریعے جو ہدایات و احکام نازل کرتا ہے، جو معنوی اور فکری ہوا کرتے ہیں، انبیاء کرام ان کا مجسم عملی نمونہ بن جاتے ہیں۔ قرآن میں انبیاء کرام کے قصص ان کے اسی نمونہ عمل کو پیش کرنے کے لئے بیان کئے گئے ہیں یعنی ان کی عملی زندگی کے واقعات تفریح کے لئے نہیں بلکہ نمونہ عمل ہے، جس کا مقصد ہے کہ قرآن پڑھنے والا اس نمونہ عمل سے اپنے کردار و سیرت کی تعمیر کرے۔ آنحضرت علیہ الصلوات والتسلیمات کی زندگی کو بھی رب ذوالجلال نے قرآن کے اندر "اسوہ حسنہ" قرار دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

"تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے"[29]

یعنی حضور علیہ السلام کی زندگی ان کی سیرت و کردار، ان کا اٹھنا بیٹھنا، اوڑھنا بچھونا سب بہترین نمونہ زندگی پیش کرتے ہیں، جس سے ہم اپنے کردار و سیرت کی تعمیر کر سکتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی زندگی کو اسوہ حسنہ قرار دینا ہی یہ واضح کرتا ہے کہ ہمارے لئے وہ تعمیر کردار کا ذریعہ ہے۔ آنحضرت کی زندگی قرآن کے احکام وہدایات کی عملی تصویر اور مجسم عملی نمونہ تھی۔ بالفاظ دیگر قرآن احکام وہدایات اور معانی وافکار ہے تو آنحضرت مجسم عملی تصویر۔ قرآن مابین الدفتین اور آنحضرت مدینہ کی گلیوں میں اس کی گھومتی پھرتی مجسم عملی تصویر۔ جس عملی تصویر کی تقلید کے سوا آنحضرت ﷺ کے بھیجے جانے کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَيْهِ[30]

"ہم کوئی بھی رسول نہیں بھیجتے مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی پیروی کی جائے"

آنحضرت کی بعثت اور ان کی زندگی کا اسوہ حسنہ ہونا صرف اس لئے تھا کہ اس کی پیروی کی جائے اور اسکو اپنے کردار و سیرت کی تعمیر کا ذریعہ سمجھا جائے۔

تزکیہ و تعمیر سیرت:

اللہ جل جلالہ نے آنحضرت کے وظائف زندگی میں کتاب و حکمت کی تعلیم کے بشمول ان کے فرائض میں تزکیہ کو بھی شامل فرمایا ہے،

يزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة[31]

تزکیہ، زکی یزکو زکوۃ سے ہے، جس کا معنی ہے نماوزاد، طھر و صلح۔ یعنی نشو و نما دینا، اصلاح کرنا، پاک وصاف کرنا۔ کہتے ہیں: زکی الرجل، صلح وتنعم۔ آدمی نے تزکیہ حاصل کر لیا، کا معنی ہے، وہ سدھر گیا، اس کی اصلاح ہو گئی اور اللہ کی نعمتوں سے سرفراز ہو گیا۔ نفس کے تزکیہ اور طہارت سے انسان دنیا میں اوصاف حمیدہ اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق بنتا ہے۔) بالفاظ دیگر تزکیہ کا مطلب معاشرے کے افراد کی کردار سازی ہے، جو عمل افراد معاشرہ کو اوصاف حمیدہ سے سنوار کر ان کو پیکر کردار و عمل بنادے گا۔ آنحضرت کی ذمہ داریوں اور نبوی فرائض میں یہ شامل تھا کہ آپ لوگوں کی تربیت کریں، ان کو اوصاف حمیدہ سے مزین کریں، اخلاق و کردار کے اعلی مدارج پر ان کو سرفراز فرمائیں۔ زندگی کے تمام شعبوں میں افراد کے سیرت و کردار کی تعمیر فرمائیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ مؤطا میں نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت علیہ نے فرمایا میں بھیجا گیا

---

[29] القرآن:21:33

[30] القرآن:143:2

[31] القرآن: 165:3

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ہوں، اس لئے کہ اخلاق کریمہ کی تکمیل کروں[32] یعنی آنحضرت کی بعثت کا بنیادی مقصد کردار سازی ہے۔ افرد امت میں اخلاق کریمہ کو ترویج دینا ہے۔ لوگ کو اخلاق کریمہ کے اندر پایہ تکمیل تک پہنچانا، ان کو حسن اخلاق سے آراستہ کرنا آنحضرت علیہ الصلواۃ والتسلیمات کی بعثت کا مقصد تھا۔

بچوں کے لئے نمونہ عمل

آنحضرت کی زندگی از ولادت تا وصال ایسا اسوہ حسنہ ہے، جس کا کوئی بھی حصہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ کی حیثیت سے خالی نہیں ہے۔ آپ جب چھوٹی عمر کے بچے تھے، یہ ایسی عمر ہے کہ جس میں بچوں کو اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا، برا بھلا تو دور کی بات ہے، ان کو اپنی ذات کی پہچان بھی نہیں ہوتی، لیکن حضور علیہ السلام کے اسی بچپنے کی عمر میں بھی اسوہ حسنہ تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ جناب ابو طالب کے گھر میں جب آپ ﷺ دوسرے بچوں کے ساتھ پر سکون دستر خوان پر بیٹھتے تھے اگر کھانے کو کچھ نہ بھی ملتا تو پر سکون بیٹھے رہتے اسی وجہ سے ابو طالب نے محمد ﷺ کا کھانا الگ کر دیتے [33] پر حضور ﷺ کسی سے الگ ہو کر نہیں کھاتے اس لئے اس پر آپ راضی نہ ہوئے، مل جل کر کھاتے اور اپنے سے زیادہ دوسروں کے کھانے سے خوش ہوتے۔[34] آٹھ سال کی عمر ہے آپ اپنے چچا کے حالات کو محسوس کر رہے ہیں۔ آپ نے اپنے چچا پر بوجھ بننا نہ چاہا اور ساتھ ساتھ ان کے بوجھ میں ہلکائی کرنا چاہا۔ جناب ابو طالب سردار تھے لیکن مالی طور پر کمزور تھے، بڑا عیال ہونے کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے کی رسم اور ایک میسر طریقہ روزگار کے طور پر گلہ بانی کو بطور پیشہ اختیار کیا۔ بکریاں چرانے کی مزدوری کرنے لگے۔ نہ صرف خود کو سنبھالا بلکہ پریشان حال چچا کی بھی مدد کی۔ جیسا کہ عبد اللہ بن ابی الحمساء سے متعلق مروی ہے، کہ وہ رسول اللہ سے کوئی تجارت کر رہے تھے، درمیان میں اسے کوئی بات سوجھی، آنحضرت سے کہا، ٹھریئے! میں ابھی لوٹ کر بات کرتا ہوں آپ کی زبان سے نکل گیا: اچھا۔ عبد اللہ بن ابی حمساء یہاں سے چلا تو واپس آنا بھول گیا۔ تین دن کے بعد خیال آیا کہ جو معاملہ محمد بن عبد اللہ سے کر رہا تھا وہ پورا کر لینا چاہئے۔ جب عبد اللہ بن ابی حمساء آپ کے گھر پہنچے، تو اسے بتایا گیا تیسرا دن ہے کہ گھر پر نہیں ہیں۔ تلاش بسیار کے بعد اسی جگہ آئے، جس جگہ آپ کو ٹھرا کر گیا تھا، آنحضرت نے صرف اتنا کہا اے جوان! تم نے مجھے تین دنوں سے انتظار کرایا اور مجھے یہ تکلیف دی تم نے۔[35] حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ السلام کے متعلق بھی اسی طرح کا واقعہ منقول ہے، باری تعالی نے فرمایا انه كان صادق الوعد۔[36] یہ آنحضرت کا بچپن تھا، آپ نوجوان ہوئے تو باقائدہ تجارت اختیار کی۔ بقول مولانا ابو الکلام آزاد عہد طفلی سے منزل شباب میں قدم رکھتے ہی تجارت کا خیال آیا۔[37] اپنا روپیہ نہیں تھا تو دوسروں کے سرمائے پر تجارت شروع کی۔ آنحضرت کی تجارت و معاملات کچھ یوں رہے کہ ان کو صادق وامین کہا جانے لگا۔ آنحضرت کی اسی شہرت کے باعث حضرت خدیجۃ الکبری نے آنحضرت کو شراکت کی پیش کش کی، چنانچہ اس کاروباری شراکت سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دل ایسا جیتا کہ شریک تجارت سے وہ شریکہ حیات بن گئیں۔ حسن معاملات کی یہ کتنی خوبصورت مثال ہے کہ رشتہ تجارت رشتہ ازدواج میں تبدیل ہو گیا اور بالآخر حضرت خدیجہ نے اپنی ساری دولت بھی قدموں میں نچھاور کر دی۔ یہ وہ کردار تھا، جو ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ جو ہمیں سکھاتا ہے کہ حسن معاملات وحسن کردار زندگی کی مشکلات کی گرہیں کھول دیتے ہیں، گرے ہوئے حالات سے زندگی کی رفعتوں تک پہنچا دیتے ہیں۔

سماجی اصلاح کے لئے کوششیں

آنحضرت ﷺ معاشرے کے اندر فساد کو برداشت نہیں فرماتے تھے، ان پر اللہ تعالی کے کلام منزل میں یہ فرمان ہے

تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لاَ يُرِيدُونَ عُلُوّاً فِي ٱلأَرْضِ وَلاَ فَسَاداً وَٱلْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

---

[32] محمد بن اسماعیل بخاری، جامع الصحیح، ریاض: دار السلام، حدیث نمبر 2833

[33] ابن کثیر، عماد الدیں، امام، البدایہ والنہایہ، بیروت:" دار الفکر، 1 / 282

[34] محمد میاں، سید: جوامع السیرت، کراچی: حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ،، 2009، ص 62

[35] آزاد ابو الکلام، رسول رحمت، مرتب غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز ۱۹۷۰، ص ۶۹

[36] القرآن: 54:19

[37] آزاد ابو الکلام، رسول رحمت، ص ۷۰

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"یہ دار آخرت ہے، جس کو ہم نے بنایا ہے، ان لوگوں کے لئے، جو زمین میں سرکشی اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے" [38]

اللہ کی زمین پر فساد اور سرکشی کو مٹانا ایک نبی کا مقصد اول ہوتا ہے، کوئی بھی نبی اپنی سالم فطرت کی وجہ سے شر اور فساد سے نفرت کرتا ہے۔ اور شر وفساد کا رد اصلاح ہی سے ہو سکتا ہے۔ یہی سبب تھا کہ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ آنحضرت کہا کرتے تھے کہ میں تمہیں نماز وصدقہ سے بہت زیادہ بہتر کی خبر بتاؤں؟ لوگوں نے کہا جی بلکل! کہا آپس میں اصلاح کرو! خود کو بغض سے بچاؤ!۔ [39] آنحضرت جب بیس سال کی عمر کے ہوئے، کہ مکہ میں ایک واقعہ ہوا، ایک یمنی تاجر تجارت کا مال لیکر مکہ معظمہ آیا، عاص بن وائل سہمی جو ایک قبیلے کا سردار تھا ، اس نے مال خرید لیا، جب قیمت طلب کی تو مار پیٹ کر اسے بھگا دیا۔ مکہ کے کچھ شرفاء نے ایک کنونشن منعقد کیا، محمد ﷺ جو ابھی بیس سالہ نوجوان تھا، مجمع میں پہنچ گیا۔ ان کی برکت یہ ہوئی کہ جو معاملہ صرف تجارت کا تھا، اس کے دائرہ کو بڑھا دیا گیا۔ ایک معاہدہ طئے پایا کہ

- ہم اپنے وطن سے بے امنی دور کرینگے
- مسافروں کی حفاظت کرینگے
- غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے
- طاقتور کو کمزور پر، بڑوں کو چھوٹوں پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔ [40]

مکہ پر جب بنو جرہم قبیلہ نے حملہ کیا تھا، اس موقعہ پر بھی معاہدہ ہوا تھا، جس کو حلف الفضول کا نام دیا گیا۔ آنحضرت اس میں شامل ہوئے۔ نبوت کے بعد جب مسلمانوں میں ایک منظم نظام قائم ہو گیا، اسلام کو فتوحات نصیب ہوئیں، آنحضرت فرماتے تھے کہ، قریش اگر حلف الفضول کو زندہ کریں تو میں سب سے پہلا شخص ہوں گا، جو اس میں حصہ لوں گا۔ [41] فساد کا رد اور اس سے مقابلہ اور اصلاح کی ہر ممکن کوشش آپ کی زندگی کی ترجیحات میں شامل تھا۔ یہ آنحضرت کے اسوہ حسنہ کے وہ واقعات ہیں، جن کا تعلق اعلان نبوت سے پہلے سے ہے، آپ درجہ بدرجہ اپنی زندگی کے ہر مرحلہ پر ہمارے لئے اسوہ حسنہ کے مناظر پیش کر رہے ہیں، جو ہمارے لئے قابل اتباع ہیں، جن کی پیروی سے ہم اپنے عمل وکردار کی تعمیر احسن طریقہ پر کر سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی عمر کا یہی عرصہ ہے، جو آپ نے دلیل نبوت کے طور پر پیش کیا تھا۔ صفا کی پہاڑی پر آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا "اگر میں یہ بتاؤں کہ یہ وادی جو اس پہاڑی کے آڑ میں ہے، یہاں دشمن کی فوج پہنچ گئی ہے اور عنقریب تم پر حملہ کرنے والی ہے، تو آپ صاحبان میری بات سچ مانیں گے؟" سب نے جواب دیا: ما جربنا علیک الا صادقا۔ [42] آنحضرت ﷺ کی امانت وصداقت خیر خواہی وراستبازی اور دوسری جن خوبیوں کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ نے مشاہدہ فرمایا تھا، آپ رضی اللہ عنہا نے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی وحی کے نزول کے موقعہ پر پریشانی دیکھ کر تسلی دیتے ہوئے اس کا اظہار یوں فرمایا تھا "خوش رہیں، اللہ کی قسم، اللہ آپ کو کبھی ضایع نہیں کریگا، بے شک تم رشتے جوڑتے ہو، بوجھ اٹھاتے ہو۔ معدوم کے لئے کماتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو اور حق کے کاموں میں معاونت کرتے ہو۔ [43] ان الفاظ میں حضرت خدیجۃ الکبری نے آنحضرت ﷺ کو، رشتوں کو جوڑنے والے، دوسروں کے بوجھ اٹھانے والے، مسکینوں کے لئے کمانے والے، مہمانوں کی عزت کرنے والے اور حق کے کاموں میں مدد کرنے والے کی صفات سے موصوف کیا ہے۔ یہ سب صفات معاشرے کے اندر اعلی اخلاق وکردار کے خوبصورت نمونے مہیا کرتی ہیں۔ جو تا قیامت امت کے لئے نمونہ عمل ہیں۔

---

[38] القرآن: 83:28

[39] محمد بن عیسی ترمذی "الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمو معرفتہ "ریاض: دار السلام، رقم الحدیث: 2509

[40] ابن ہشام، سیرۃ ابن ہشام، بیروت: دار الفکر، 1/ 84

[41] شبلی نعمانی، مولانا، سیرت النبی، لاہور: اردو بازار، 1/ 170

[42] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ تبت یدا، حدیث 4770

[43] ایضا، باب بدء الوحی، حدیث 6982

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اعمال کی کردار سازی اور تعمیر سیرت :

انسانی زندگی کے اصلاح کے دو پہلو ہیں جن میں سے ایک قولی اور دوسرا فعلی ہے لیکن اگر معاشرے کی حقیقی اصلاح درکار ہے تو آنے والی نسل کے لیے قولی نہیں بلکہ عملی کردار سازی کی ضرورت ہے جس کو دیکھ کر ہر انسان خود سے اپنے کردار مین تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرے جیسا کہ نبی محترم کا طرز اسلوب تھا وہ اس انداز مین عمل کر کے دیکھاتے تھے کہ لوگ خود بخود عمل کرتے چلے جاتے تھے جیسا کہ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو آخری وصیت فرمائی، جب میں رکاب میں قدم رکھ ہی رہا تھا وہ یہ تھی کہ لوگوں کے لئے اپنا خلق بہتر بنانا۔[44] اللہ کے رسول حضرت معاذ کو یمن بھیج رہے تھے، جہاں پر انہیں ان کی سربراہی کے فرائض سرانجام دینے تھے، ان میں دینی احکامات نافذ کرنے تھے۔ ان کی دینی تعلیم وتربیت کرنی تھی۔ ان کو وہاں خود کردار وسیرت کی تعمیر کرنی تھی، ایسے مبلغ کے لئے حضور علیہ السلام نے من جملہ اور ضروری ہدایات کے ساتھ یہ تلقین بھی ضروری سمجھی کہ وہ خود بھی حسن اخلاق کا بہترین نمونہ بن جائے۔ تاکہ اپنے اخلاق سے لوگوں کے دل جیت سکے۔ کیونکہ ایک داعی کے اخلاق و کردار سے جو میدان جیتے جاسکتے ہیں وہ تیر و تلوار سے نہیں جیتے جاسکتے۔

علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اسلام میں آدمی کی خوبصورتی یہ ہے کہ بے مقصد اور فضول کاموں کو چھوڑ دے۔[45] یہ اخلاق کا اور بھی اعلی اور اتم معیار ہے کہ جو چیز لایعنی ہو اس کو چھوڑ دینا چاہئے، جو بامقصد ہو اس کے کرنے سے آدمی کے اسلام میں خوبصورتی آتی ہے۔ جتنا آدمی بے مقصد کاموں سے بچے گا اتنا اس کا اسلام خوبصورت بنے گا۔ آدمی نماز روزہ حج وزکواۃ جیسی عبادات اختیار کر کے اللہ کے ہاں تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ کے ہاں رتبہ پانے کے لئے راتوں کو سونا چھوڑ کر بستروں سے الگ گذارتا ہے، روزوں میں بھوکا پیاسا رہ کر اللہ کو راضی کرتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ ٹھیک ہے لیکن حسن اخلاق ایک ایسا نسخہ کیمیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں

إن الرجل ليدرك بحسن خلقه درجات قائم الليل صائم النهار"

بیشک آدمی حسن خلق سے، اندھیری رات میں جاگ کر عبادت کرنے والے کا درجہ پا سکتا ہے۔[46]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ

خير الناس احسنهم خلقا"

تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر ہے۔[47]

حضور علیہ السلام نے سیرت و کردار کی تعمیر کو بنیادی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالی نے آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا بیشک تم خلق کے اعلی درجات پر فائز ہو۔ آپ نے اپنے کردار واخلاق کو جن بلند درجات پر فائز فرمایا، امت کے لئے بھی آپ کردار واخلاق کے ان درجات کے متمنی تھے۔ آپ اسی کو اسلام کا اصل مقصد سمجھتے تھے۔ اور داعی کی حیثیت سے خود ان کی ذمہ داریوں میں بھی شامل تھا کہ آپ ایسے اخلاق اپنائیں، جو لوگوں کو آپ کی طرف کھینچ آنے کے باعث بنیں۔

داعی کی اوصاف کے بارے میں تعلیمات:

داعی حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اصلاحی مسائل پیش کرے، انداز سنجیدہ، دانشمندانہ، نصیحت آمیز، خیر خواہانہ ہو۔ اگر ایسی نوبت آجائے تو اس کا طرز انداز بھی ایسا ہونا چاہئے کہ اس سے بہتر دلکش اور پیار بھرا انداز نہ ہو سکے۔ گمراہ، سرکش شرارتی، بدکردار، جن کو سیدھی راہ دکھانا مقصود ہے ان سے سنجیدگی اور شرافت کے جواب کی توقع نہیں کی جاسکتی، خاص طور پر جن کے مفادات پر ضرب آتی ہو اس صورت میں داعی حق کا فرض ہے

[44] مالک بن انس، امام "الموطا، پاکستان: مطبوعہ مجتبائی، باب ماجاء فی حسن الخلق، حدیث 1627

[45] ترمذی، ابو عیسی "الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ ﷺ ومعرفتہ" حدیث 2317،

[46] سلیمان بن اشعث، ابو داود، " سنن ابو داؤد "ریاض: دار السلام، حدیث 47

[47] بخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الانبیاء، باب صفۃ النبی ﷺ، حدیث 3559

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔[48]

معاف کر اچھائی کا حکم کر اور جاہلوں سے در گذر کر۔

قانون اگر چہ یہ ہے کہ وَ جَزَٰٓؤُا سَيِّئَةٖ سَيِّئَةٞ مِّثۡلُهَاۖ[49] برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی ہے) لیکن داعی کا اصول یہ نہیں کہ برائی کا بدلہ برائی سے دے۔ داعی حق کا اصول یہ ہے کہ نیکی کے زریعے برائی سے دفاع کرتے ہیں[50] ایک داعی کا جو مطلوب ہوتا ہے، وہ انہیں اس طریقے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے

وَلَا تَسۡتَوِي ٱلۡحَسَنَةُ وَلَا ٱلسَّيِّئَةُۚ ٱدۡفَعۡ بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِي بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهُۥ عَدَٰوَةٞ كَأَنَّهُۥ وَلِيٌّ حَمِيمٞ

"اچھائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی، اس طریقے سے اپنا دفاع کر جو سب سے بہتر ہو، ایسا کرنے سے، وہ شخص، جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے، وہ ایسا بن جائے گا، جیسے تمہارا گہرا دوست ہو"[51]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص توریت کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ عطاء بن یسار نے ان سے دریافت کیا توریت میں آنحضرت کا ذکر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو آپ کے کیا اوصاف بیان کئے گئے ہیں؟ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے تورات کے حوالے سے یہ اوصاف بیان فرمائے "اے نبی ہم نے تمہیں شاہد، خوش خبری دینے والے، ڈرانے والے اور امین کے لئے حرز بنا کر بھیجا۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا، نہ غصہ کرنیوالے، نہ بازار میں گھومنے والے۔ برائی کو برائی کے ذریعے نہیں روکتے لیکن معاف کرتے ہیں۔ اللہ ان کو قبض نہیں کریں گے جب تک دین قائم نہ ہو جائے اور لوگ کہ دیں لا الہ الا اللہ۔ اس کے ذریعے اندھے کی آنکھیں اور بہرے کے کان اور بند دل کھلیں گے "[52]

مسلم معاشرے کی کردار سازی

حضور ﷺ مسلم معاشرے کے افراد کی کردار سازی کس طرح کرنا چاہتے تھے، ان کا کیسا کردار بنانا چاہتے تھے؟ تو وہ بنیادی اصول اللہ نے قرآن میں بھی نبی محترم کو سکھائے ہیں جن کا تعلق بالواسطہ انسانی کردار کے ساتھ ہے فرد کی کردار سازی در حقیقت افراد کی کردار سازی سے منسلک ہے اسی لیے اللہ نے سورہ الممتحنہ میں نبی محترم کو بیعت لینے کے لیے جن پہلوون کا ذکر کیا ہے وہ اس آیت میں موجود ہے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشۡرِكۡنَ بِٱللَّهِ شَيۡـٔٗا وَلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِينَ وَلَا يَقۡتُلۡنَ أَوۡلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأۡتِينَ بِبُهۡتَٰنٖ يَفۡتَرِينَهُۥ بَيۡنَ أَيۡدِيهِنَّ وَأَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِينَكَ فِي مَعۡرُوفٖ فَبَايِعۡهُنَّ وَٱسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ[53]

مزید اس کا کچھ اندازہ بیعت عقبہ اولی و ثانی کے مضمون سے ہو گا۔ سیرت کی کتب میں بیعت عقبہ اولی میں جن باتوں کی بیعت لی گئی وہ درج ذیل چھ باتیں تھیں

- ہم صرف خداء واحد کی کی عبادت کیا کریں گے۔
- چوری نہیں کریں گے
- زنا نہیں کریں گے

[48] القرآن:198:7

[49] القرآن:40:42

[50] القرآن:22:13

[51] القرآن: 34:41

[52] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب کراہۃ الصخب فی الاسواق، حدیث 2125

[53] القرآن:12:60

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

- اولاد کو قتل نہیں کریں گے
- کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے
- آپ جس بات کا حکم فرمائیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے

بیعت عقبہ ثانی میں بھی یہی عہد لیا گیا جو اوپر ذکر ہوا، مزید یہ چیزیں تھیں

1۔ کسی کو ناحق قتل نہیں کریں گے

2۔ لوٹ نہیں ڈالیں گے

3۔ ہر موقعہ پر حق بات کہیں گے، کسی کی مذمت وملامت کا خوف ہمیں کبھی حق بات کہنے سے روک نہیں سکے گا۔

4۔ جب رسول اللہ یثرب تشریف لے آئیں گے تو اپنی اولاد اور خود اپنی جان کی طرح ان کی حفاظت کریں گے۔ ان سب باتوں کا بدلہ جنت ہو گا۔[54]

بخاری شریف میں یہ روایت ان الفاظ میں منقول ہے

بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئا لا تسرقوا لا تزنوا لا تقتلوا أولادكم لا تأتوا ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم لا تعصوني في معروف

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ آنحضرت کے صحابہ کی ایک جماعت ان کے گرد جمع تھی، آجاؤ میری ان باتوں پر بیعت کرو! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے۔ چوری نہیں کرو گے۔ زنا نہیں کرو گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے۔ کسی پر بہتان تراشی نہیں کرو گے۔ معروف میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔[55]

اوپر کی سب باتوں میں جو چیزیں واضح ہیں وہ سب بنیادی طور پر سیرت و کردار کی تعمیر سے تعلق رکھنے والی ہیں اور معاشرتی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ زنا، ناحق قتل، اولاد کی قتل، بہتان باندھنا، لوٹ کھسوٹ سب چیزیں تعمیر کردار سے تعلق رکھتی ہیں۔ ترمذی شریف میں ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی گفتگو یہ تھی، کہ اے انسانو! سلام (سلامتی کے جذبات) عام کرو، کھانا کھلائو اور اس حالت میں نماز پڑھو، کہ لوگ نیند میں ہوں۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام وہاں پر لوگوں سے جن باتوں پر بیعت لے رہے تھے، ان میں بنیادی چیز یہ تھی کہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ چنانچہ جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ

عن جرير بن عبد الله، قال: " بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على إقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والنصح لكل مسلم

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قائم کرنے، زکواۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔[56]

عبداللہ بن ابی بن سلول ایک بار گستاخانہ پیش آیا، صحابہ سے ضبط نہ ہو سکا لڑنے بھڑنے پر تیار ہو گئے۔ اس پر عبداللہ بن ابی بن سلول کے حامی بھی اٹھے، فریقین باہمی دست و گریبان ہو گئے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو سمجھا بجھا کر الگ کیا اور فرمایا صلح فساد سے بہتر ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ اللہ بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔[57] دین کو خیر خواہی قرار دیا، اللہ کی مدد کو بندے کی مدد سے جوڑا اور ا ایک روایت میں آپ نے بیواؤں اور مسکینوں کی بھلائی کو جہاد فی سبیل اللہ کے برابر قرار دیتے ہوئے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کی بھلائی کی کوشش کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے۔[58]

---

[54] شبلی نعمانی: سیرت النبی، 1/246

[55] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب وفود الانصار الی النبی ﷺ، حدیث 3892

[56] محمد بن عیسی ترمذی، امام، سنن ترمذی، رقم الحدیث: 1925

[57] قشیری مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ریاض: دار السلام، کتاب الایمان، باب ان الدین النصیحہ، حدیث 2699

[58] بخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب الساعی علی الارملۃ حدیث 6006

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جہت سے معاشرے اور اس کے افراد کی تعمیر وترقی میں کسی طرح کی کوئی کمی اور کوتاہی روا نہ رکھی۔ افراد کی اخلاص سے لیکر اس کے صدق و دیانت، امانت اور خیر خواہی تک کے کئی پہلوئوں سے ان کی تربیت فرمائی۔ پھر جن لوگوں نے دین کی کامیابی کو اپنا مقصد بنالیا ہو، ان کو اخلاق و کردار ہی میں دین کی کامیابی کا یقین اس ذات بابرکات کی طرف سے دلوایا گیا ہو، جس کی ہر بات میں وہ بے انتہا یقین رکھتے تھے، تو وہ اخلاق و کردار کی تعمیر میں کیا کیا نہ کر گذرے ہوں گے۔ اوپر جن خصائل کا ذکر ہوا ان کے علاوہ جو اوصاف وخصائل نبی علیہ السلام نے صحابہ کو تعلیم فرمائے، جن اوصاف وخصائل نے صحابہ کی دنیاو آخرت کو جنت بنایا اور جو ہمارے معاشرے کو بھی جنت نظیر بنا سکتے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں۔

حیاء، کردار سازی کی علامت:

انسان کی سب سے بڑی اور اہم خوبی حیاء ہے، جو انسان کی شخصیت کی تکمیل کا ذریعہ بنتا ہے۔ خلق انسانی اسی سے پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ بلکہ ایمان اور اسلام کی تکمیل بھی اسی سے ہوتی ہے۔ حیاء انسان کو غلط کام سے روکنے کا ذریعہ ہوتا ہے، حیاء کوئی بھی غلط کام کرتے وقت انسان کے آڑے آجاتا ہے، جو اگر ختم ہو جائے تو انسان کو کچھ بھی کر گذرنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اس لئے نبی علیہ السلام نے حیاء کی بھی تعلیم دی ہے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں

الحياء من الايمان

حیاء ایمان میں سے ہے۔[59]

اور خود حضور جو صحابہ کرام کے لئے اسوہ حسنہ تھے، ان کے حیاء کا یہ عالم تھا کہ ان کے بارے میں آتا ہے

كان النبي صلى الله عليه وسلم" اشد حياء من العذراء في خدرها

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھونگھٹ میں کنواری لڑکی سے زیادہ حیادار ہوا کرتے تھے۔[60]

باقی انسانی خوبیوں کی طرح حیا کی خوبی بھی اپنی کامل صورت میں نبی علیہ الصلواۃ کی زندگی میں آپ نے ہمیں عملی صورت میں دکھادی، تاکہ ان کے متبعین ان کی پیروی کر کے باحیا بن سکیں۔

صلہ رحمی:

افراد معاشرہ کا معاشرے سے جو تعلق قائم ہوتا ہے، اس کا پہلا اور بنیادی ذریعہ رشتہ داری ہے، ایک فرد کو، یہ رشتہ ہی معاشرے کے دوسرے کئی افراد سے جوڑے رکھتا ہے۔ جب یہ مضبوط ہو گا تو افراد کا تعلق بھی مضبوط ہو گا، اور معاشرہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہو گا۔ افراد کے آپس کے رشتوں کو مضبوطی سے جوڑے رکھنے کا نام صلہ رحمی ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں رشتوں کے توڑنے کو فساد سے تعبیر فرمایا ہے

ٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ ٱللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَٰقِهِۦ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ

اللہ نے جس کے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اس کو توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔[61]

اس کے بارے میں نبی علیہ السلام نے کس حکیمانہ انداز میں تعلیم فرمائی ہے، اس کا مشاہدہ کریں، روایت میں آتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے پیدا فرمایا، حتی کہ جب پیدا کرنے سے فارغ ہو گئے تو، رشتے داری نے کہا یہ رشتوں کو توڑنے والے سے تیری پناہ میں آنے کا وقت ہے۔ کہا بلکل، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ جو تمہیں جوڑے میں اس کے ساتھ جوڑوں اور جو تم سے توڑے میں اس سے توڑوں۔ کہا بلکل! اے میرے رب! کہا یہ صرف تیرے لئے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہو تو یہ

---

[59] بخاری، الجامع الصحیح، حدیث 6118

[60] قشیری، مسلم بن الحجاج" صحیح مسلم "، حدیث 1565

[61] القرآن:27:2

آیت پڑھو کیا تم چاہتے ہو کہ تم حاکم بنو! اور زمین میں فساد برپا کرو! اور رشتوں کو توڑتے رہو![62] ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز، صدقے، معاف کرنے اور رشتوں کے جوڑنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔[63]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان اس طرح بھی منقول ہے کہ

لا يدخل الجنة قاطع

رشتوں کو توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔[64]

ایک روایت میں صلہ رحمی کو رزق میں کشادگی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من احب ان يبسط له في رزقه، وان ينسا له في اثره، فليصل رحمه

آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے رزق میں کشادگی چاہے، اسے چاہئے کہ اپنے رشتوں کو جوڑے رکھے۔[65]

آنحضرت نے لوگوں کو مختلف تمثیلوں اور واقعات کے ذریعے تعلیم ارشاد فرمایا کرتے تھے، اسی طرح ایک بہترین واقعے کے ذریعے آپ نے رحم کرنے کی تعلیم فرمائی، اور اس پر اجر و ثواب بتا کر اس کی ترغیب ارشاد فرمائی۔ خصوصی طور پر جانوروں پر رحم کی تعلیم فرمائی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کسی راستے چل رہے تھے، کہ ان کو پیاس لگی، تو کنویں کا رخ کیا، اس میں اترا، اور پانی پی کر باہر نکلا۔ اچانک کتے کو ہانپتے ہوئے دیکھا، جو پیاس کی وجہ سے مٹی چاٹ رہا تھا، جس طرح تھوڑی دیر پہلے وہ خود پیاسا تھا، کنویں میں اترا، اپنا موزہ پانی سے بھرا، اپنے منہ سے پکڑ کر باہر لایا اور کتے کو پلایا، اللہ نے اس کی یہ کوشش قبول کی اور اس کی بخشش فرمادی۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا جانوروں میں بھی ہمارے لئے اجر ہے؟ تو فرمایا ہر تر جگر والے جاندار کے ساتھ نیکی میں اجر ہے۔[66]

حدیث سے جو نتائج بر آمد ہوتے ہیں ان میں سب سے اول نمبر پر جانوروں پر رحم کی تعلیم، ظاہر ہے عرب کے معاشرے میں، جہاں انسانوں پر بھی رحم کو روا نہیں رکھا جاتا تھا، وہاں جانوروں پر رحم پر تعجب تو ہونا تھا۔ اس لئے صحابہ نے متعجب ہو کر پوچھا: "کیا جانوروں میں بھی ہمارے لئے اجر ہے؟" تو آپ نے اس سے بھی بڑھ کر مزید اعلیٰ وارفع درجے کی تعلیم فرمادی کہ صرف جانور ہی کیا؟ ہر تر جگر والے جاندار کے ساتھ نیکی میں اجر ہے۔

پڑوسیوں کے حقوق:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے حقوق کی بھی بہت تلقین فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں جبریل مجھے ہمیشہ پڑوسیوں کے بارے میں وصیت کیا کرتے تھے، حتا کہ مجھے گمان ہوا کہ عنقریب انہیں وارث بنادینگے۔[67] پڑوسی کی ایذادھی آپ کو کتنی بھاری محسوس ہوتی تھی اس کا اندازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں دیکھا جاسکتا ہے اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں! اللہ کی قسم وہ مومن نہیں! کہا گیا کون یا رسول اللہ؟ فرمایا وہ جس کے ظلم سے پڑوسی محفوظ نہ ہوں، مقصد یہ کہ ایمان اس کا ہے جس کے ظلم سے پڑوسی محفوظ رہے، چنانچہ ایک موقعہ پر آپ فرماتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہئے کہ پڑوسی کو نہ ایذائے[68]

[62] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث 4830

[63] ایضاً، کتاب الادب، باب صلۃ المرءۃ امھا ولھا زوج، حدیث 5980

[64] ایضا، حدیث 5984

[65] ایضاً، باب من بسط لہ فی الرزق بصلۃ الرحم، حدیث 2067

[66] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، باب رحمۃ الناس والبھائم، حدیث 2363

[67] ایضا، باب الوصاۃ بالجار حدیث 6014

[68] ایضاً، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ، حدیث 2318

بغض وحسد سے منع:

اللہ تعالی نے سورۃ حجرات میں چند بنیادی تعلیمات ایسی دی ہیں جو افراد معاشرہ کے کردار سازی میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں

لایسخر قوم من قوم (ایک دوسرے کا مذاق مت اڑاؤ!)

لاتلمزوا انفسکم (اپنوں کو عیب مت لگاؤ)

ولاتنابزو بالالقاب (آپس میں ایک دوسرے پر برے القاب چسپاں نہ کرو!)

اجتنوا کثیرا من الظن (بہت سے گمانوں سے بچو!)

ولاتجسسوا (اور ایک دوسرے کے ٹوہ میں نہ لگو!)

ولا یغتب بعضکم بعضا[69] (اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو!)

اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دو روایات مروی ہیں، وہ قرآن کی ان آیات کا تفسیر کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

ولا تحسسوا، ولا تجسسوا، ولا تنافسوا، ولا تحاسدوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا

ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو! اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں اور آپس میں بھائی بھائی بن جاو[70]

اس کے مقابلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغض، دشمنی اور حسد نکالنے کا بھی ایک خوبصورت نسخہ بتایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو! دل سے کینہ ختم ہو جائے گا۔ ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے دیا کرو! دشمنی ختم ہو جائے گی۔[71]

آپ ﷺ کی حیات طیبہ، ان کی تعلیم وتربیت، تزکیہ وتطہیر افراد معاشرہ کی تربیت اور کردار سازی کا بہترین نمونہ ہے، بشرطیکہ ہم اسے داستان یا متبرک قصیدے کے طور پر نہیں بلکہ اسوہ حسنہ کے طور پر اپنے سامنے رکھیں۔ اپنی زندگی کی تعمیر کا ذریعہ سمجھیں۔ آپ علیہ الصلوۃ والتسلیمات نے فساد کے مقابلے میں اصلاح کی تعلیم ارشاد فرمائی۔ کسی پر بوجھ نہ بننے کا عملی درس دیا۔ محنت، مزدوری، بکریاں چرانے وغیرہ کے ذریعے کسب حلال کی تعلیم فرمائی۔ صلہ رحمی کی دعوت دی۔ اسلام کو خیر خواہی قرار دیا۔ شرک، زنا، چوری، قتل اولاد، ناحق قتل، بہتان باندھنے، لوٹ کھسوٹ سے منع فرمایا۔ ایک دوسرے کا مذاق اڑانے، اپنوں کو عیب لگانے، آپس میں ایک دوسرے پر برے القاب چسپاں کرنے، بہت سے گمانوں سے بچنے، ایک دوسرے کے ٹوہ میں لگنے اور ایک دوسرے کی غیبت، بغض وحسد کرنے سے منع فرمایا۔ پڑوسی کے حقوق کی تعلیم فرمائی۔ ظلم اور زبردستی سے منع کیا۔ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپنے سے لیکر بڑھاپے تک زندگی کے ہر شعبہ میں افراد معاشرہ کی کردار سازی کی ہدایات ہمارے لئے یادگار چھوڑی ہیں۔

نتائج بحث:

1۔ آج امت کا نوجوان بے شمار مسائل اور الجھنوں میں گھرا ہوا ہے۔ ایک طرف غیر متوازن نظام تعلیم کے مسائل کا سامنا کر رہا ہے تو دوسری طرف اقتصادی مسائل سے دوچار ہے۔ ایک طرف اگر وقت پر نکاح نہ ہونے کے مسائل ہیں تو دوسری طرف بے روزگاری کے مسائل نے پریشانیوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔

2۔ جوانوں کے حوالے سے اللہ کے رسول ؐ کا وہ تربیتی منہج سامنے رکھنا چاہیے جس کی بدولت انھوں نے نوجوانوں کی ایک بہترین ٹیم تیار کی تھی۔ جس نے بعد میں بڑے بڑے معرکہ سرانجام دیے۔ اللہ کے رسول ؐ نوجوانوں کی ان کے رجحان اور طبیعت کو مد نظر رکھتے ہوئے تربیت کر کے ذمہ داریاں سونپتے تھے۔ اللہ کے رسول ؐ کا تربیتی منہج بڑا شان دار اور منفرد انداز کا ہے۔ آپؐ ان کی کردار سازی پر بہت توجہ فرماتے تھے۔ اور نہ صرف ان کے خارجی مسائل حل کرتے تھے بلکہ ان کے نفسیاتی مسائل بھی حل کرتے تھے۔

---

[69] القرآن: 17:49

[70] مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ۔ رقم الحدیث: 7563

[71] مالک بن انس، امام، موطا امام مالک، کتاب حسن الخلق، رقم الحدیث: 1731

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

3۔ معاشرے کو اخلاقی قدروں کے زوال سے بچانے کے لیے ہمیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشادات و توجیہات پر مکمل طور پر عمل کرنا ہو گا اور بلاشبہہ آپ علیہ السلام کے فرمودات ہی معاشرے میں جراثیم کی مانند پھیلی برائیوں کی روک تھام اور اس کے سدباب کے لیے حل کے طور پر کافی ہیں۔

4۔ آنحضرت کی بعثت کا بنیادی مقصد کردار سازی ہے۔ افرادِ امت میں اخلاق کریمہ کو ترویج دینا ہے۔ لوگوں کو اخلاق کریمہ کے اندر پایہ تکمیل تک پہنچانا اور ان کو حسن اخلاق سے آراستہ کرنا سیرت نبی کا خاصہ ہے۔

5۔ جوانانِ امت کے لیے لازم ہے کہ اعلان نبوت سے قبل نبوی دور کا مطالعہ کعین کہ کس انداز میں نبی محترم سماجی معاملات میں حصہ لیتے تھے اور وہ مسائل جن میں غرباء یا کمزور لوگوں کے ساتھ ظلم ہوتا تھا تو بڑھ چڑھ کر ان معاملات میں اپنا کردار ادا کرتے۔ ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی دادرسی کے لیے تیار رہتے۔

6۔ حضور علیہ السلام نے سیرت و کردار کی تعمیر کو بنیادی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالی نے آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا بیشک تم خلق کے اعلی درجات پر فائز ہو۔ آپ نے اپنے کردار و اخلاق کو جن بلند درجات پر فائز فرمایا، امت کے لئے بھی آپ کردار و اخلاق کے ان درجات کے متمنی تھے۔ آپ اسی کو اسلام کا اصل مقصد سمجھتے تھے۔ اور داعی کی حیثیت سے خود ان کی ذمہ داریوں میں بھی شامل تھا کہ آپ ایسے اخلاق اپنائیں، جو لوگوں کو آپ کی طرف کھنچ آنے کے باعث بنیں۔

7۔ نبی محترم نے اپنی تعلیمات کے ساتھ افراد کی اخلاص سے لیکر اس کے صدق و دیانت، امانت اور خیر خواہی تک کے کئی پہلوئوں سے ان کی تربیت فرمائی۔ پھر جن لوگوں نے دین کی کامیابی کو اپنا مقصد بنالیا ہو، ان کو اخلاق و کردار ہی میں دین کی کامیابی کا یقین اس ذات بابرکات کی طرف سے دلوایا گیا ہو۔

8۔ نوجوان علماء اور داعی حضرات کے لیے نبی محترم کی زندگی میں تبلیغ اسلام کے مختلف انداز میں رہنمائی ملتی ہے جس مین حکمت، برداشت، صبر اور موعظۃ الحسنہ کی ترتیب قرآن کا عملی پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ اس اسلوب کو اپنا کر نوجوان نسل اپنی شخصیت میں نکھار پیدا کر سکتی ہے۔

9۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ، ان کی تعلیم و تربیت، تزکیہ و تطہیر افراد معاشرہ کی تربیت اور کردار سازی کا بہترین نمونہ ہے، بشرطیکہ ہم اسے داستان یا متبرک قصیدے کے طور پر نہیں بلکہ اسوہ حسنہ کے طور پر اپنے سامنے رکھیں۔ اپنی زندگی کی تعمیر کا ذریعہ سمجھیں۔ آپ علیہ الصلواۃ والتسلیمات نے فساد کے مقابلے میں اصلاح کی تعلیم ارشاد فرمائی۔ کسی پر بوجھ نہ بننے کا عملی درس دیا۔ محنت، مزدوری، بکریاں چرانے وغیرہ کے ذریعے کسب حلال کی تعلیم فرمائی۔ صلہ رحمی کی دعوت دی۔ اسلام کو خیر خواہی قرار دیا۔